وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ
سورۃ ہود ۱۰۸

خوش نصیبی کے اسباب

دو متضاد تصورات

مولانا محمد عبد القوی

ناشر
17-1-391/2/W/1, Khaja Bagh, Saidabad, Hyd-59 AP

تقدیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان فکر و نظر کا صریح اختلاف رہا ہے۔ جن چیزوں کو عوام الناس خوش نصیبی تصور کرتے ہیں، انبیاء علیہم السلام انہی کو آدمی کی بدبختی و محرومی کا ذریعہ بتلاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عالی فہمی، بالغ نظری، حقیقت بینی اور دور رسی کے مقابلہ میں عوام الناس کی کوتاہ نظری، عجلت پسندی اور مظاہر پرستی کی بساط ہی کیا ہوتی ہے؟

پھر بھی انسان کو چونکہ اپنے "علم قلیل" و "دعوائے بلا دلیل" پر اس قدر ناز ہے کہ وہ ان امور میں اپنی ضد پر قائم رہنا اور حقائق سے چشم پوشی کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ "سعادت و شقاوت"، "خوش نصیبی و بدبختی" کی تعریف و تعیین میں بھی یہی اختلاف ہمیشہ رہا اور آج بھی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آدمی کی خوش عیشی و کامیابی، مال و دولت، جائیداد و جاگیر، عزت و مرتبہ، اقتدار و عہدہ اور سونے چاندی وغیرہ کی بہتات و فراوانی کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کے بغیر آدمی ذلت و رسوائی ناکامی و محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسکے برخلاف فرماتے ہیں۔ ان کا اعلان اور دعویٰ یہ ہے کہ کامیابی و ناکامی سعادت و بدقسمتی کو ان دنی اور فانی چیزوں سے جوڑ کے دیکھنا انسان

کی وہ بنیادی کمزوری ہے جسکی بدولت وہ ہمیشہ ہی حق سے نفور اور حقیقی و لافانی سعادتوں سے دور ہوتا چلا گیا ہے۔ آدمی کی اصلی کامیابی، خوش نصیبی، عالی مقامی اور سکون قلبی...... جن کی تلاش میں ساری دنیا سرگرداں و پریشاں ہے...... صرف اور صرف یاد الٰہی اور اتباع نبوی میں مضمر ہے۔ اسکے علاوہ کوئی اور صورت ہی نہیں ہے۔ لاتتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ تم (ہمارے راستہ کے علاوہ دوسرے) راستوں کی اتباع مت کرو۔ ورنہ یہ راستے تم کو صراط مستقیم سے ہٹادینگے۔

اسلئے ضرورت ہے کہ سارے عالم کے انسان خصوصاً مسلمان قرآن وسنت اور تاریخ امم کے ذریعہ اپنے ذہن وفکر کی تطہیر و پاکیزگی کرتے رہیں۔ اسلئے کہ قوت حرکت وعمل، فکر ونظر کے ارشاد و رہنمائی کے مطابق وجود میں آتی ہے۔ جب اعتقاد ہی صحیح نہ ہوگا تو عمل کیسے درست ہوسکتا ہے؟! اور جب عمل درست نہیں ہے تو نتیجہ کس طرح بہتر سامنے آسکتا ہے۔؟

زیر نظر رسالہ میں اسی مضمون کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ مضمون در اصل سعودی عرب کے ایک عالم دین شیخ ناصر کے ایک اصلاحی رسالہ کے مطالعہ کے بعد اسکی روح کو ذہن میں رکھکر تحریر کیا گیا ہے۔

ناظرین کو اس سے اگر کچھ نفع ہو تو شیخ ناصر اور راقم السطور دونوں ہی کے لئے استقامت فی الدین اور حسن خاتمہ کی دعا فرماکر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

محمد عبدالقوی

خوش نصیبی اور بدقسمتی سے متعلق

دو متضاد تصورات

ا۔ برادران اسلام آج دنیا کا ہر انسان "سعادت" کی تلاش میں ہے خواہ وہ کسی علاقے کا رہنے والا ہو کسی زبان کا بولنے والا ہو کسی رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو کسی مذہب کا پیروکار ہو، کسی عقیدہ کا پرستار ہو، سارے لوگ باوجود ذہنی فکری ولونی نسلی اختلافات کے اس مقصد میں ایک اور متحد ہیں کہ "ہمیں سعادت و کامرانی سے ہمکنار ہونا ہے"۔ دنیا کے کسی بھی مشغلہ میں مصروف آدمی سے آپ سوال کرلیں کہ اس کی اس محنت کا مقصد کیا ہے؟ یہی جواب ملے گا کہ "تحصیل سعادت" خواہ یہ جواب لفظاً ہو یا معناً، صراحۃً ہو یا کنایۃً، حاصل بہر حال اس کے جواب کا یہی ہوگا کہ ہم کامیاب و سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ (۲) اس حقیقت کو تسلیم کرلینے کے بعد کہ ساری دنیا اور اس کا ہر ہر فرد اپنے اپنے نظریہ کے مطابق کسی "سعادت" کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ یہ حقیقت بھی ماننی پڑے گی کہ اسکے باوجود اکثر انسان اپنے مقصود کے حصول میں کامیاب نہیں ہیں۔ کیونکہ انسانوں کی اکثریت کامیابی کے "وہم" کو کامیابی سمجھ بیٹھی ہے۔ اور اسی فریب میں مبتلا ہے۔

(۳) اکثر مسلمان جب بے دینوں اور خدا فراموشوں کی ٹھاٹ باٹ کو دیکھتے ہیں تو متردد ہوجاتے ہیں۔ اور ان پر رشک کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ کتنے خوش قسمت ہیں...... دوسری جانب حق تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری والے راستے سے

حاصل ہونے والی "سعادت حقیقی" کے متعلق یہ تجربہ سامنے آتا ہے کہ اس میں بظاہر بڑی مشقتیں اور دشواریاں ہیں۔ اسلئے عوام انہیں ناکامی سمجھتے ہیں۔ پس یہ ظاہری و سطحی تجربہ ان کے یقین و ایمان میں ضعف و اضمحلال پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ ..... یا یوں کہئیے کہ ان کا شیطان ..... یوں سوچنے لگتا ہے۔ "کیا ہم ان عیش پرستوں کی طرح عزت و راحت اور عشرت کی زندگی نہیں گزار سکتے؟" کیا "حقیقی سعادت" کے متلاشیوں کو ایسی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی؟ کیا ان کی قسمت میں "تمنائے محض" کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے؟ یہ اور اس قسم کے بیسیوں سوالات پیدا کر کے شیطان لعین انہیں صراط مستقیم کے معاملہ میں شکوک میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس راہ سے اسے ہٹا دیتا ہے۔ چنانچہ کتنے واقعات ہیں ان لوگوں کے جو بڑی استقامت سے دین پر قائم تھے پھر ان کے قدم انہیں بے دینوں کے ٹھاٹ باٹ کو دیکھ کر ڈگمگا گئے اور کتنی ہی مثالیں ہیں اُن کی جن کے قلوب "سعادت حقیقی" کی لذت سے آشنا تھے مگر موت سے قبل "سعادت وہمی" کے جال میں پھنس گئے۔ اس طرح وہ نہ دنیا کی کامیابی کے مستحق رہے اور نہ ہی آخرت میں ان کا کچھ حصہ رہا .... اس لئے ہم اگلے صفحات میں "وہمی سعادت" اور "حقیقی سعادت" کو وضاحت کے ساتھ پیش کرینگے۔

سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "سعادت" محض وہم ہے یا کسی حقیقت کا نام ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سعادت دنیا میں وہمی بھی ہے حقیقی بھی۔ پہلے آپ سعادت کی تعریف سمجھ لیں پھر وہمی اور حقیقی سعادات پر روشنی ڈالی جائیگی۔

سعادت کی تعریف

اہل لغت کے نزدیک سعادت، شقاوت کی ضد ہے یعنی خوش قسمتی کو سعادت

کہتے ہیں جیسے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت "سعید" ہے تو مطلب یہی ہوتا ہے کہ بدبخت نہیں ہے۔ اور اہل تربیت (مشائخ) اور ماہرین نفسیات کے نزدیک اس کے ایک اور معنی ہیں وہ لوگ نہایت اختصار اور حسن تعبیر کے ساتھ سعادت کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ "وہ خوشی، اطمینان اور سکون کے ایک مخفی شعور کا نام ہے جو انسان کی ذات، حیات، معاد کی خیر و خوبی کا دائمی احساس اس کے اندر پیدا کرتا ہے"۔

گویا سعادت کے تین اجزاء ہیں۔ ذات کی خیریت، حیات کی خیریت، اور اپنے مرجع و ٹھکانہ کی خیریت۔ اب اس تعریف کو مد نظر رکھ کر ہم غور کریں تو پتہ چلے گا کہ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں سعادت شامل نہیں لیکن ہمیں ان میں اس کا وہم و گمان ہو گیا ہے۔ یا شیطان نے پیدا کر دیا ہے کہ یہ سعادت ہے، اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو بظاہر خلاف سعادت معلوم ہوتی ہیں مگر فی الحقیقت رحمن نے اسی میں سعادت کا راز مضمر رکھا ہے۔ اب پہلے چند وہمی سعادتوں کی طرف نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ ہمارے سامنے اپنی سوء فہم کی قلعی کھل جائے اور حقیقت سامنے آجائے۔

مال میں کامیابی کا وہم

لوگ کہتے ہیں فلاں شخص خوش قسمت ہے کیونکہ اس کے پاس اس قدر بینک بیالینس ہے۔ یا فلاں شخص بہت سعادت مند ہے۔ کیوں کہ وہ بہت ساری جائیداد کا مالک ہے۔ یا فلاں شخص نیک بخت ہے کیوں کہ اس کے پاس بڑے بڑے محلات و قصور ہیں اسی طرح کی اور باتیں اہل دولت کے متعلق لوگ کہتے رہتے ہیں ..... یہ اور بات ہے کہ بعض لوگ یہ بات صراحۃً زبان سے کہتے ہیں اور بعض لوگ زبان سے تو نہیں کہتے مگر دل میں وہ بھی یونہی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ خیال علی الاطلاق صحیح

نہیں ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

نہیں پا سکا میں کثرت مال میں سعادت
ہاں مگر خدا سے جو ڈرے وہ سعید ہے

مختصر یہ کہ ہر مال والا خوش قسمت نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ بہت سے اصحاب دولت واہل ثروت ایسے ہیں کہ ان سب اسباب عیش کے باوجود ان کی زندگی، تلخی، تنگی اور شقاوت میں گزر رہی ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ اس لیے کہ وہ ہر وقت مال جمع کرنے، اس کی حفاظت و ترقی، اور اسکے فوت یا ختم ہو جانے کے خوف میں گھلے جاتے ہیں۔ کتنے ہی انسان ہیں، جو کروڑوں کے مالک ہیں مگر خوف و گھٹن میں رہتے ہیں۔ کا ہے کے لیے ہے یہ سب ڈر اور خوف؟ اور کس چیز کی وجہ سے ہے یہ تنگی و گھٹن؟ اس لئے کہ اسے اپنے مال پر خطرات منڈلاتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسے ڈر ہے سیاسی رقابتوں کا۔ اس کو خوف ہے ڈاکوؤں کا، اس کو خوف ہے۔ حاسدوں وغیرہ کا، پھر وہ کیسے چین سے رہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہیکہ اس کی زندگی بدبختی، خوف، ہراس، گھٹن اور ہموم و غموم میں بسر ہو رہی ہوتی ہے۔ حد تو یہ ہیکہ راتوں کو سونا تک نصیب نہیں۔ اور یہ ایسی بدیہی بات ہیکہ روزانہ اور ہر جگہ ہر شخص کے تجربہ اور مشاہدہ میں آتی رہتی ہے۔ حق یہ ہیکہ اس طرح کا مال سبب سعادت تو کیا ہوتا اس بے چارے کے حق میں ہلاکت اور تباہی کا سامان بن جاتا ہے۔

کتنے مالدار ہیں جو مال کی وجہ سے ہلاک ہو گئے یا قتل کر دیئے گئے۔ کتنے مالدار ہیں جو اپنے اموال ہی کی وجہ سے لذت عیش سے محروم ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آزاد نہیں ہیں۔ نہ آزادنہ چل پھر سکتے ہیں۔ نہ اپنی مرضی سے کہیں جا آ سکتے ہیں۔ نہ حسب مرضی سو سکتے ہیں۔ یہ سب محض ان کے اموال کی فراوانی کی وجہ سے ہے اور پھر کتنے

ہی انسان ہیں جن کے مال کبھی نہ کسی وجہ سے ضائع ہو گئے، دولتیں لٹ گئیں نتیجۃً انہیں بقیہ حیات ذلت وافلاس اور حسرت و یاس میں گزارنی پڑی۔

چند قدیم وجدید مثالیں

(۱) قارون کا واقعہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بڑی تفصیل واہتمام سے بیان فرمایا ہے جیسے فخرج علی قومه فی زینته یعنی وہ اپنی آرائش اور شان سے قوم میں نکلا، یہاں تک کہ لوگ اسے دیکھ کر کہتے تھے انه لذو حظ عظیم یعنی وہ تو بڑا نصیب والا ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ قارون کا مال سبب سعادت تھا؟ نہیں بلکہ وہ سعادت کا محض وہم تھا، اگر حقیقی سعادت ہوتا تو اس کا نتیجہ حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات کی ناشکری و کفران پر منتج نہ ہوتا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے فخسفنا به وبداره الارض فما کان له من فئة ینصرونه من دون الله یعنی ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ تب کوئی جماعت بھی تو ایسی نہ ہوئی جو اس کو اللہ کے مقابلہ میں مدد دیتی۔" بھلا بتلایئے یہ کونسی خوش نصیبی ہوئی؟

اسی طرح اس سلسلہ میں امیہ بن خلف وغیرہ کا یہ جملہ بھی غور کرنے کے قابل ہے جو وہ قیامت کے دن کہیں گے۔ ما اغنی عنی مالیه (مجھے میرا مال کام نہ آیا) حالانکہ وہ لوگ بھی تو زندگی میں دولتمندی کو بڑی سعادت سمجھتے تھے اور اس کے مقابلہ میں حقیقی سعادت کو ٹھکرائے ہوئے تھے مگر جب وقت ضرورت کا آیا، مال کام نہ آیا پھر وہ مال ہی کیا جو وقت پر کام نہ آوے۔

(۲) اسی طرح ماضی قریب کی ایک اور نہایت مالدار یونانی خاتون ہے جس کا نام (کرسٹینا اوناسیس) ہے۔ یہ دنیا کے مشہور ترین مالدر "اوناسیس" کی بیٹی ہے۔ یہ شخص

کروڑ پتی تھا۔ پہلے اس عورت کی ماں کا انتقال ہوا۔ پھر بھائی کا اس کے بعد والد کا بھی انتقال ہو گیا۔ یکے بعد دیگرے ان لوگوں کے مرنے کے بعد اپنے باپ کی جائیداد و املاک کی تنہا مالک و وارث یہی عورت رہ گئی تھی۔

کیا آپ جانتے ہیں اس عورت کو باپ کی میراث کس قدر ملی؟ یہ دولت پانچ سو کروڑ روپے، کئی بحری جہاز، کئی ہوائی کمپنیوں وغیرہ پر مشتمل تھی۔ آپ سوچیں کہ آج جس چیز کو دنیا خوش بختی اور سعادت سے تعبیر کرتی ہے اسکے اعتبار سے کیا یہ عورت دنیا کی سب سے بڑی خوش نصیب وسعادت مند خاتون نہیں تھی؟ بلاشبہ تھی! کتنے لوگوں کی تمنا تھی اور ہوگی کہ اس عورت جیسے مالدار بنیں۔ کیونکہ وہ عورت اس قدر مالدار تھی کہ اس کی دولت کو اگر سو آدمیوں میں تقسیم کیا جاتا تو ان میں سے ہر شخص پانچ کروڑ روپے کا مالک ہو کر وقت کے بڑے دولتمندوں میں شمار ہو جاتا۔ پھر کیا تصور ہے اس عورت کے بارے میں جو تنہا پانچ سو کروڑ سے زائد کی مالک ہو گئی تھی لیکن اب تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کریجیے تاکہ معلوم ہو کہ کیا واقعی وہ سعادت مند تھی۔

..... اس کی ماں نہایت مصائب کی زندگی گزار کر آخر کار مر گئی۔ حتی کہ آخر زندگی میں شوہر نے طلاق بھی دیدی۔ اور اس کا بھائی جو ہیلی کاپٹر س اڑانے کا شوق رکھتا تھا ایک دن اسی کھیل میں اس سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ رہ گیا اس کا باپ اس نے اس کی ماں کو طلاق دینے کے بعد محض شان اور حیثیت کے مظاہرہ کے لیے صدر امریکہ جان کینڈی کی بیوی سے نکاح کیا اور اس کی خاطر کئی لاکھ ڈالرس خرچ کئے مگر بعد میں ان دونوں میں ان بن ہو گئی پھر تلخی و گھٹن کی زندگی گزار کر مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ اپنی بیوی سے اختلاف کر کے علیحدہ ہو گئی اس طرح یہ خاتون دنیا میں اکیلی رہ گئی..... یہ

تو ہوا اس کے کنبہ کا حال۔ خود اس کی اپنی حالت یہ ہے کہ اس نے باپ کی زندگی میں ایک امریکی نوجوان سے نکاح کیا تھا۔ چند ماہ بھی نہیں گزرے کہ اس نے اسے طلاق دے دی پھر باپ کے مرنے کے بعد ایک یونانی شخص سے شادی کرلی۔ اس شخص نے بھی چند ماہ اس کے ساتھ گزارنے کے بعد طلاق دے دی۔ پھر کچھ دنوں تک تو وہ یونہی بے سہارا تن تنہا ڈھیر سارا مال لیکر بھی خوشی و خوش بختی کی تلاش میں سرگرداں رہی اور چاہتی تھی کہ اس کے مقابلہ کا آدمی نہ سہی کوئی شخص اس کو بیاہ لے۔ کافی انتظار کے بعد اس نے ایک روسی کمیونسٹ سے نکاح کیا یعنی ایک انتہائی سرمایہ دار خاتون کا نکاح ایک مخالف سرمایہ داری سے! کوئی جوڑ ہے اس میں؟ جب یہی حیرت انگیز سوال صحیفہ نگاروں نے اس خاتون سے کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسا بے جوڑ نکاح محض "پرسکون زندگی" کی تلاش میں کیا ہے..... جی ہاں! یہی جواب اس نے دیا تھا حالانکہ دنیا اس کو سب سے بڑی خوش نصیب خاتون سمجھتی تھی۔

بہر حال بعد نکاح وہ اپنے جدید شوہر کے ساتھ روس چلی گئی۔ وہاں کمیونزم سختی سے نافذ تھا۔ اور کسی کو دو کمروں سے زائد کا مکان اپنی ملکیت میں رکھنے کا حق نہیں تھا نہ ہی خادم رکھنے کی اجازت تھی۔ مجبوراً خود ہی اپنے اس گھر میں، بلکہ ان دو کمروں میں کام چلانے لگی۔ اندازہ کیجیے پانچ سو کروڑ کی مالک ہے، کشتیاں، جہاز، کمپنیاں علحدہ مگر گھر میں نوکر نہیں رکھ سکتی۔ خیر اسی حال میں گزر کر رہی تھی۔ ان دونوں سے جب صحیفہ نگار انٹرویو لینا چاہ رہے تھے تو محلہ میں گھر گھر ڈھونڈتے ہوئے اس کے پاس پہونچے اور اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا تمہاری حالت ہے؟ کچھ جواب نہ دے سکی۔ آگے دیکھئے کہ سکون و خوشی کیلئے اتنی بڑی قربانی کے باوجود اس کو اس تیسرے شوہر نے

بھی ایک سال بعد طلاق دے دی۔ اس طرح امیہ بن خلف کا جملہ جو قرآن میں مذکور ہے اس پر صادق آیا۔ ماأغنى عني ماليه هلك عني سلطانيه اسکے بعد وہ خود اپنی زندگی سے اس قدر بیزار ہو گئی تھی کہ فرانس میں منعقدہ ایک میٹنگ میں جب اس سے صحیفہ نگاروں نے سوال کیا، کیا آپ دنیا کی سب سے بڑی مالدار خاتون نہیں ہیں۔؟ اس نے جواب دیا "ہاں سب سے مالدار خاتون ہوں مگر ساتھ ہی سب سے بدبخت و بدنصیب بھی ہوں۔"

اور اس ڈرامہ کا آخری سین یہ ہیکہ اس نے چوتھی دفعہ ایک فرانسیسی صنعت کار سے نکاح کیا مگر تھوڑی ہی مدت میں جب اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس فرانسیسی شوہر نے بھی طلاق دے ڈالی۔

غور کیجئے کہ ان چند واقعات میں کیا سبق پوشیدہ ہے۔ آپ بتلائے کہ دنیا کے ان چند نامی گرامی دولتمندوں کو بجز ذلت و رسوائی اور یاس و ناامیدی کے اور کیا ملا؟ اور کیا وہ بزبان حال ماأغنى عني ماليه نہیں کہہ رہے ہیں اور حد یہ ہیکہ کل قیامت میں بزبان قال بھی یہی چلاتے ہونگے۔ بالآخر جہنم رسید کردئے جاوینگے۔ پس جو لوگ مال و دولت میں کامیابی کا خواب دیکھتے ہیں وہ سخت دھوکے میں ہیں۔ انہیں چاہئے کہ دیدہ عبرت اکریں۔ اور سبق حاصل کریں۔

شہرت میں کامیابی کا وہم

بعض لوگوں کو شہرت میں سعادت و کامیابی کا دھوکہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اس میں تو سراسر ناکامی و نامرادی ہے۔ اس لئے کہ جس طرح مال بغیر خوف خدا کے آدمی کو کامیاب نہیں کرتا اسی طرح وہ شہرت جو تقوی اللہ کے بغیر حاصل ہوئی ہو اسمیں سعادت و خوش بختی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور جو شخص متقی ہو گا وہ شہرت سے

بھاگے گا اس کو ناپسند کریگا۔ پھر بھی عوام الناس کا ایک بڑا طبقہ ہے جسے شہرت و عزت میں کامیابی کا خبط ہے۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً کھیل کے مقابلوں اور فنکاری سے آدمی کامیابی کی بلندیوں کو چھولیتا ہے۔ مگر یہ تصور وہم سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ آپ نظر دوڑائیے اور دیکھئے کہ کیا ایسے لوگوں کو سکون و راحت میسر ہے؟۔ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک گھومتے ہیں اور ایک میاچ کے بعد دوسرے میاچ کی تیاری و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اسی کی دھن انہیں ہر وقت لگی رہتی ہے۔ اور ہر مقابلہ سے قبل ہار جیت کی کشمکش اور ہزیمت کا خوف و ڈر رہتا ہے اور اگر ہزیمت ہوجائے تو اپنے شائقین کے سامنے شرمندگی و ذلت کا احساس ان کے لئے سو مصیبتوں کی ایک مصیبت ہوتی ہے۔ یہ ایسی آفتیں ہوتی ہیں کہ اسکے نتیجہ میں اپنے اہل و عیال انکے راحت و آرام انکی تعلیم و تربیت ہر چیز سے بے خبر رہتے ہیں۔ یا کم از کم اپنی توجہ و نگرانی کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ مزید برآں یہ کہ اگر کسی کوتاہی کی بنیاد پر ٹیم سے یا عہدہ سے خارج کردیا جائے۔ یا آگے چلکر خود علحدہ ہوجائے تو اسکے مابعد کی زندگی غم والم حزن و ملال اور بدبختی کے ساتھ گزرتی ہے۔ ادھر جتنے لوگ اسکے پرستار تھے وہ اس طرح فراموش کردیتے ہیں جیسے کبھی جان پہچان بھی نہ تھی۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سعادت اور کامرانی اس میں ہرگز نہیں اور یہ کہ لوگوں کے ذہن میں جو اس کی قدر و اہمیت ہے وہ محض وہم و تصور ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اب آئیے اس خیال کا بھی جائزہ لیں جو بعض لوگوں کے ذہن میں ہیکہ اداکار اور فلم اسٹار بننے میں بڑی سعادت ہے۔ سو سب سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ تجربات اور روزمرہ کے مشاہدات خود اس غلط خیال کی تغلیط و تردید کے لئے

کافی ہیں، چہ جائیکہ کسی مدلل گفتگو کی ضرورت ہو۔ گلوکاروں، فلم اسٹاروں اور ڈرامہ نگاروں کی زندگیاں علانیہ طور پر بتلاتی ہیں کہ ان کی زندگی اس دنیا میں جینے والوں میں سب سے بدترین اور ذلیل ترین زندگی ہے۔ آزادی، بے حیائی شراب نوشی اور بدکاری کی زندگی اور کسمپرسی کی موت ان کے حصہ میں آتی ہے۔ آئے دن اخبارات وغیرہ میں جو کچھ ان کے پروگرام اور صبح وشام کی رپورٹیں چھپتی رہتی ہیں اور انٹرویوز لئے جاتے ہیں ان میں وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہم مثال کے طور پر اس بدبخت پیشہ سے وابستہ صرف تین مشہور شخصیتوں کے حال پیش کرتا ہوں۔

(الف) انور وجدی

یہ ایک یہودی اداکارہ "لیلی مراد" کا شوہر ہے۔ اس کی بیوی اپنی ڈائری میں اسکے بابت لکھتی ہے۔ میرا شوہر ممتاز ایکٹر تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا۔ میں Millionaire بننا چاہتا ہوں اور بن کر رہوں گا۔ خواہ اس تمنا کی تکمیل میں بیمار ہی کیوں نہ پڑجاؤں۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر بیمار ہوجاؤ گے تو Millions کو لیکر کیا کروگے۔ کہنے لگا ایک حصہ اپنی صحت پر صرف کرونگا۔ اور جب اچھا ہوجاؤنگا تو باقی دولت سے خوب عیش کرونگا۔ چنانچہ ایک دن آیا کہ کئی Million Pound کا مالک ہوگیا۔ مگر ساتھ ہی اسکے حصول میں جو پاپڑ بیلنے پڑے تھے اسکے اثر سے جگر کے کینسر میں مبتلا ہوگیا۔ اب اسکے علاج کی فکر شروع کی تو جمع کی ہوئی تمام دولت صرف کردی اور اسکے علاوہ بھی خرچ کردیا مگر اس موذی مرض سے نجات نہ پاسکا۔ ڈاکٹروں نے کسی بھی قسم کی غذا استعمال کرنے سے روک دیا۔ بس مختصر پرہیزی غذائیں دی جاتیں۔ آخر کار اسی مرض میں ہلاک ہوگیا۔

(ب) نیازی مصطفیٰ

یہ ایک مشہور اور معروف گلوکار ہے لیکن اسکی پوری زندگی بدبختی اور تنگی میں

گذری اور جس وقت وہ ستر برس کی عمر کو پہونچا تو لوگوں نے اسے اپنے گھر میں مقتول پایا حالانکہ جس صبح کو اسکی نعش پائی گئی اسی رات ایک گانے کا پروگرام منعقد کیا تھا۔ جس میں اس کے ساتھ ستر نوعمر لڑکیوں نے حصہ لیا تھا۔ صبح کو لوگوں نے دیکھا تو قتل کر دیا گیا تھا۔ آپ کہئے یہ سعادت ہے یا شقاوت؟ شراب خوری اور زناکاری کی گندی حالت میں موت آئی۔ کیا ٹھکانہ ہے اس بدبختی کا؟ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین

(ج) عبدالحلیم حافظ

یہ بھی اسی لائن کا معروف آدمی ہے مگر ساری زندگی بیماریوں اور آفتوں میں تن تنہا گذار دیا۔ بیوی نہ بچے۔ پچاس برس کی عمر میں نہایت بدبختی کے عالم میں لقمۂ اجل بن گیا۔

یہ تین واقعات مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ اس لائن کے سبھی لوگوں کی بدبختی ایک سے بڑھکر ایک ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوجاتا کہ ان چیزوں میں خوش عیشی اور نیک بختی کو تلاش کرنے والے حماقت اور جہالت اور خام خیالی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ڈگریوں میں کامیابی کا وہم

ایک خیال عوام کا یہ ہیکہ بڑی بڑی ڈگریوں میں کامیابی ہے۔ خصوصاً Medicine& Engineering میں۔ پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دین کے بغیر اس میں بھی کچھ نہیں ہے۔

مثال کے طور پر ایک تازہ واقعہ کو لیجئے جو عربی اخبار "الیمامہ" میں ایک اشتہار شائع ہے جو ایک لیڈی ڈاکٹر کی جانب سے ہے۔ اس کی سرخی اس طرح قائم کی ہے، **"میری ڈگریاں لے لو اور اسکے عوض مجھے ایک شوہر عطا کرو"** ذرا غور کیجئے کیا کہہ رہی

ہے یہ عورت !۔ تصور کیجئے کتنا وقت اور پیسہ اس نے ڈاکٹر بننے پر خرچ کیا ہے، دنیا کیا سمجھتی اور کہتی ہے۔ ڈگریوں میں سعادت ہے خصوصاً میڈیسن کی ڈگری تو Blank Cheque ہے۔ اس اعتبار سے یہ خاتون سعادت عظمیٰ کی ملکہ ہے۔ کیونکہ میڈیسن سب سے اونچا علم ہے اور اسکی ڈگری سب سے عمدہ ڈگری ہے۔ کتنی عورتیں تمنا رکھتی ہیں کہ وہ ڈاکٹر بنیں تاکہ سعادت وراحت کی زندگی گزاریں مگر ملاحظہ فرمائے اس خاتون کا حال زار جو اپنی زندگی کی کمائی اور ڈگریاں اپنی خواہش نکاح کی تکمیل کرنے والوں کو ہبہ کردینا چاہتی ہے۔ مگر کوئی نہیں جو اسکو بیاہ لے جائے ہائے افسوس!!!۔

اپنے مضمون میں اس نے اس طرح کرب و بے چینی اور غم والم کا اظہار کیا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ آگے چل کے جب اسکے جذبات بے قابو ہوجاتے ہیں تو لکھتی ہے "ہردن صبح سات بجے کا وقت ایسا ہوتا ہے جب میں دکھی ہوتی ہوں اور زار وقطار رونے لگتی ہوں۔ کیونکہ اس وقت میں گاڑی میں ڈرائیور کے پیچھے بیٹھ کر اپنے دواخانے کی طرف رواں ہوجاتی ہوں تو ایسا لگتا ہے دواخانے کو نہیں اپنے جیل خانے بلکہ قبرستان کی طرف جارہی ہوں۔ اور جب میں اپنے آفس میں داخل ہوتی ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے یہ میرا آفس نہیں بلکہ حوالات ہے وہاں میں عورتوں کو دیکھتی ہوں اپنے بچوں کو گود میں لئے میرا انتظار کررہی ہوتی ہیں۔ وہ میرے "سفید کوٹ" کو اس طرح دیکھتی ہیں جیسے یہ ایرانی ریشم کی چادر ہو مگر وہی کوٹ میری نگاہ میں لوہے کی زرہ سے بدتر ہوتا ہے۔ پھر جب میں اپنی نشست پر بیٹھ جاتی ہوں تو Stethoscope گلے میں ڈال لیتی ہوں اس وقت مجھے وہ ایسا لگتا ہے جیسے پھانسی کا پھندہ ہے جسے گردن میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ ادھر حالت یہ ہیکہ زندگی کا تیسرا پھیرا اور میری گردن میں لپٹنا چاہتا ہے۔

یعنی تیس برس کی عمر کو پہونچ رہی ہوں مگر مستقبل میں بربادی ومایوسی کے اندھیروں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا ہے"۔

آپ ملاحظہ فرمائیں یہی ہے وہ سعادت جس پر دنیا رال ٹپکارہی ہے اور سمجھ رہی ہیکہ ڈاکٹر بننا سب سے بڑا کمال ہے اور سب سے بڑی کامیابی ہے۔ کیا حالت ہے اس خاتون کی، وہ اپنی دردناک داستان ان سب بے وقوفوں کو سنانا چاہ رہی ہے جو اس کے جیسا بننے کی تمنا میں زندگی اور مال گنوا رہے ہیں۔ وہ خوش نہیں ہے رورہی ہے، دواخانے کو جس میں اس کی نوکری ہے اپنا مدفن اور قید سے تعبیر کررہی ہے۔ سفید کوٹ جس کی تمنا آج کروڑوں کو ستارہی ہے اس کو وہ لوہے کا لباس قرار دے رہی ہے۔ Stethoscope کو پھانسی کا پھندہ کہہ رہی ہے۔ یعنی اسکی داستان حیات کا ایک ایک لفظ اسکی جھلستی ہوئی آرزوئں کا دھواں اڑارہا ہے۔ اور مضمون کے آخر میں تو بے قابو ہوکر کہہ گزرتی ہے۔۔۔۔۔ "لوگو میری ڈگریاں، آمدنیاں، دولت وثروت سب کچھ لے لو اور اسکے عوض کوئی مجھ سے شادی کرکے میرے کانوں کو "ماں" کا لفظ سننے کے لائق بنادے"۔ (اسکے بعد یہ اشعار کہتی ہے)۔

میں چاہا کرتی تھی کہ میں ڈاکٹر بن جاؤں۔ سو یہ تمنا تو پوری ہوئی مگر مجھے اس سے ملا کچھ نہیں۔ ہر وہ عورت جو مجھ کو سعادت مند سمجھ رہی ہے اس سے کہدو کہ وہ مجھ پر مرثیہ کہے مدح نہ کرے۔

عہدہ میں کامیابی کا وہم

جب ڈگریوں میں نتیجتاً ناکامی ہی کا سامنا کرنا ہے تو پھر اس میں سعادت کہاں ثابت ہوئی۔ ہوسکتا ہے کوئی شخص یہ کہے کہ مناصب عالیہ اور اونچے عہدوں (مثلاً

لیڈری منسٹری) میں کامیابی ہے مگر یہ بھی محض وہم و خیال ہے۔ کیونکہ عہدے دیکھنے والے کو تو بہت بھلے اور پرکشش معلوم ہوتے ہیں مگر جو اس پر فائز ہے اس کیلئے اگر وہ ذمہ داری کا احساس رکھتا ہے تو جوابدہی کا فکر دنیا میں ایک گھلا دینے والی مصیبت ہے۔ اور اگر لاپرواہ اور غیر ذمہ دار ہے تو اس کے لئے قیامت میں وبال اور حسرت و ندامت ہے۔ اس کے علاوہ صاحب منصب آدمی کو کم از کم زوال منصب کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ باوجودیکہ ایک نہ ایک دن اس سے علٰحدہ ہونا لازمی ہوتا ہے۔ اور جب اس سے منصب چھوٹ جاتا ہے تو بقیہ زندگی تنگی و پریشانی کی گذرتی ہے نیز منصب اور عہدے دشمنی اور حسد کا سبب ہوتے ہیں۔ تو اسکا غم الگ گھلاتا رہتا ہے۔

اور اس بات کے ثبت کے لئے ان دو واقعات کا ذکر بہت کافی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون وہامان جیسے ذی حشمت و مرتبت لوگوں کے قرآن مجید میں بیان کرکے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرمادیے ہیں اور اگر آپ ان واقعات کے پرانے ہونے کی وجہ سے دور حاضر پر ان کے اطلاق سے مطمئن نہیں ہیں تو لیجئے ہم چند جدید شخصیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان میں غور فرمائیے اور عبرت حاصل کیجئے۔

شاہ ایران

یہ وہی شخص ہے جس نے حکومت فارس کا ڈھائی ہزار سالہ جشن منایا تھا اور یہ کوشش کیا تھا کہ اپنا اقتدار خلیج پر مسلط کردے۔ پھر اسکے ذریعہ سے پورے عالم عرب پر قابض ہو تاکہ یہودیوں کے مقاصد کی تکمیل ہو۔ یہ بہت بڑا گلوکار تھا۔ اور مور کی طرح رقص کیا کرتا تھا۔ اب اس ذی حشمت بادشاہ کا انجام دیکھئے کیا ہوا؟

جب معزول کردیا گیا تو ایک ایک ملک سے پناہ کی بھیک مانگتا رہا۔ مگر کسی نے

پناہ نہ دی۔ حتیٰ کہ وہ امریکہ جسکا یہ ادنیٰ و حقیر غلام بنا ہوا تھا اسنے تک اسکو اس مصیبت میں پناہ نہ دی۔ یوں ہی دربدر پھرتا رہا۔ بالآخر اسی ذلت و رسوائی اور غریب الوطنی کے ساتھ مغموم و محزون اور کینسر کا شکار ہوکر مصر میں موت کے گھاٹ اترا۔ یہ تو خود شاہ کی گت بنی۔ رہ گئی اسکی اولاد، رفقاء اور ارکان سلطنت تو وہ مختلف ملکوں میں منتشر ہوکر نام ونشان کھو بیٹھے۔ اعاذنا اللہ منہ

صدر فلپائن

اس سرکش کی تاریخ حیات بھی بڑی عبرتناک ہے۔ میں نے اسکی حالت میں جس قدر غور کیا ہے انتہائی سبق حاصل کیا ہے۔ یہ بڑا نامی گرامی لیڈر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اسکی شامت اعمال کا مرنے سے پہلے اسی دنیا میں مزہ چکھایا ہے یعنی ذلت میں صبح شام کرنے پر مجبور ہوگیا۔ جلاوطن کرکے دھتکار دیا گیا۔ خود اسکے لیڈر اور دوست نفرت کرنے لگے۔ پھر وہ زندگی بھر اپنے اس ملک میں داخل نہیں ہوسکا۔ جہاں وہ چین سے زندگی گذارتا تھا۔ یہاں تک کہ اسکو جب موت آئی تو وہ اپنے وطن میں چند بالشت جگہ اپنی قبر کے لئے نہ پاسکا۔ سبحان اللہ! خدا کی طاقت بڑی بے نیاز ہے۔

بوکاسا

اس شخص نے وسطی افریقہ میں اپنی شہنشاہیت قائم کرلی تھی اور خوب مضبوطی سے اقتدار کر رہا تھا۔ لیکن جب وہ فرانس کے دورہ پر گیا تو اس ملک میں انقلاب آگیا اور اسکے لئے انقلابیوں نے جلاوطنی کا اعلان کردیا۔ پھر فرانس سے بھی بھگا دیا گیا تو زمین اس پر تنگ ہوگئی۔ بعد میں کسی طرح نام بدل کر اپنے وطن پہونچ گیا۔ لیکن وہاں پہونچتے ہی اسے گرفتار کرکے مقدمہ دائر کردیا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ قتل

کر دیا گیا ہے یا زندہ ہے۔ لیکن اتنا معلوم ہیکہ وہ متعدد امراض میں گرفتار ہو گیا تھا۔ جس میں سب سے بڑا مرض تو غم والم ہی ہے۔ یہ ذلت آمیز انجام ہوا اسکا اس زمین پر جسکا وہ کبھی شہنشاہ تھا۔

یہ چند ہزاروں لاکھوں میں سے مثالیں ہیں جو اس حقیقت کو کھولنے کے لئے بیان کردیں کہ یہ سب کمالات ودرجات ایسے نہیں جن میں عوام الناس مطلقاً سعادت وکامیابی کے خواب دیکھتے ہیں۔ ان میں سعادت کا تصور ایک وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ انہیں سعادت حقیقیہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

فی الحقیقت یہ لوگ شقاوت مایوسی اور حسرت وندامت کے کڑوے گھونٹ پیتے رہتے ہیں اور عوام الناس بظاہر ان کی شان وشوکت کو دیکھ کر یہ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ یہ بڑے خوش بخت لوگ ہیں۔ اس کیفیت کا نقشہ ایک شاعر نے اس طرح کھینچا ہے...... میں جب لوگوں سے ملاقات کرتا ہوں تو وہ میری مسکراہٹ کو تو دیکھ لیتے ہیں لیکن انہیں میری تکلیفوں کا کچھ ادراک نہیں ہو پاتا۔

میں دیکھنے میں اس قدر ہنس مکھ ہوں کہ ہر شخص مجھ جیسا بننے کی تمنا کرتا ہے۔ لیکن اگر انہیں پتہ چل جائے کہ میں کس قدر شقی وحزیں ہوں تو ان کی نگاہ میں میں ذلیل ورسوا ہو جاؤنگا..... مجھ سے دور بھاگیں گے اور میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرینگے۔ بلکہ میرے پیچھے بھی انکی نفرت بڑھتی رہیگی۔

چنانچہ آپ دیکھئے یورپ کی معیشت کتنی اونچی ہے۔ اسکے باوجود وہاں کے باشندگان کی کرب وبے چینی اور غم والم کا عالم یہ ہیکہ خودکشی کی وارادات کا تناسب سب سے زیادہ وہیں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سویڈن میں خودکشی کی اموات سب سے زیادہ ہیں۔ حالانکہ یہ مالدار ترین ملک ہے۔ برخلاف اسکے اسلامی حکومتوں میں اس قسم کی

اموات کی شرح اقل قلیل ہے۔ جب کہ اکثر اسلامی مملکتیں اس قدر متمول نہیں ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ اگر تمول وتعیش میں کامیابی ہوتی تو یہ دنیا کے پڑھے لکھے مادیت پرست اور دولت مند لوگ اپنے تئیں مرنے کو زندگی پر کیوں ترجیح دیتے؟۔ حقیقت یہ ہیکہ ان ظاہری آسائشوں اور آرائشوں کو سعادت حقیقی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

بہرحال اس تقریر سے یہ دعوی اچھی طرح روشنی میں آگیا کہ سعادت حقیقی یعنی صحیح معنوں میں کامیابی نہ مال میں ہے۔ نہ شہرت میں ہے۔ نہ ڈگریوں میں ہے۔ نہ منصبوں میں اور نہ عہدوں میں...... اور اسکے علاوہ کسی بھی کمال دنیا میں۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہیکہ سعادت حقیقی ہوتی کہاں ہے۔ اور ہم اسے کہاں تلاش کریں؟ اور اس کی علامتیں اور نشانیاں کیا ہیں؟۔ اسکا جواب دینے سے پہلے کچھ ایسی چیزیں ذکر کرنا ضروری ہے جو سعادت وخوش بختی کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ ویسے تو حقیقی کامیابی کی راہ میں بہت سے موانع اور رکاوٹیں ہیں۔ جن کا ذکر طوالت مضمون کا سبب ہوگا۔ اسلئے ان میں سے چند اہم موانع کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) کفر وشرک

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کفر وشرک کو سب سے بڑے مانع سعادت کی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہیکہ جب حقیقی سعادت آخرت کی کامیابی اور دنیا میں دل کے سکون سے تعبیر ہے تو کفر کے ساتھ قلبی سکون کیسے جمع ہو سکتا ہے؟ حق تعالی کا ارشاد ہے۔ ومن یرد ان یضله یجعل صدره ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء۔ (یعنی اللہ تعالی جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اسکے سینہ کو تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمانوں میں چڑھنا چاہتا ہے۔) اس آیت میں پروردگار عالم نے

کافروں کی بد بختی کا نقشہ بہت بلیغ انداز میں کھینچا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا یعنی جو کوئی میرے حکموں سے روگردانی کرے تو میں اس کی زندگی تلخ و تنگ کردوں گا۔ ظاہر ہے کہ کفر و شرک سے بڑھ کر روگردانی کیا ہو سکتی ہے۔

(۲) معصیت و نافرمانی

گناہوں کا مانع سعادت ہونا اسقدر واضح ہے کے اسکے لئے کسی دلیل عقلی و نقلی کی حاجت نہیں۔ اسلام نے تو اس سلسلہ میں ناقابل تردید حقائق پیش کردئے ہیں یہاں بعض کفار کا بیان ذکر کرتا ہوں جسمیں انہوں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ "کاریل" کہتا ہے " آدمی گناہوں کے نتائج بد کا اندازہ نہیں کر پاتا حالانکہ وہ ایسے خطرناک ہوتے ہیں ہے کہ علی العموم ان کا علاج و ازالہ ممکن نہیں ہوا کرتا" اور سقراط کہتا ہے "گنہ گار لوگ نہایت بد بختی کی زندگی گذارتے ہیں۔ اور جس شخص نے گناہ کیا پھر اسکی تلافی بھی نہیں کی تو وہ انسانیت میں سب سے بدترین شخص ہے۔" دیکھئے دونوں کیا کہہ رہے ہیں حالانکہ کافر ہیں معلوم ہوا کہ یہ ایسی حقیقت ہے جسکو تسلیم کرنے کیلئے انصاف کے علاوہ اور کوئی شرط نہیں۔ اور جو شخص گنہگار ہے وہ جب تک اس سے گلو خلاصی (بذریعہ توبہ) نہ کرے اسوقت تک اسکی زندگی پر لطف و سکون نہیں ہو سکتی۔

اف کسقدر تاریک ہے گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ ادنی لغزش سے بھی بے چین ہو بیٹھتے تھے اور اسکی تلافی کیلئے ہر قسم کی سزا کا سامنا کرنے کو آمادہ ہو جاتے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ

ایک صحابی سے ایک گناہ سرزد ہو گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا طھرنی یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول مجھے پاک کردیجئے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حد شرعی جاری فرمائی۔

(۳) حسد

حسد کا معاملہ بہت خطرناک ہے۔ یہاں تک کہ خود اللہ پاک نے ہم کو حکم کیا ہے کہ ہم اس موذی مرض سے خدا کی پناہ چاہا کریں ومن شر حاسد اذا حسد اور حسد کرنے والوں کے شر سے (پناہ چاہتا ہوں) جب وہ حسد کرنے پر آجادیں۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضله کیا لوگ اس چیز سے جل رہے ہیں جو ہم نے انہیں (مسلمانوں) کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا "مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ قطع رحمی کرو اور نہ بغض رکھو اور نہ دشمنی کرو بلکہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ اس سلسلہ میں بھی ایک دشمن اسلام کا قول بھی ملاحظہ کرلیجئے "فیکٹر بوشیک" کہتا ہے۔ حسد غیرت اور حقد ایک ہی صفت کے تین عنصر ہیں اور وہ ایسی مہلکات کو جنم دیتی ہیں جن سے قوائے انسانی مضمحل اور کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں۔

(۴) کینہ و عداوت

اللہ تعالی سورہ حشر میں ارشاد فرما رہے ہیں (اہل ایمان مہاجرین کے حق میں کہتے ہیں اے ہمارے رب) "اور مت کیجئے ہمیں ان لوگوں میں سے جو ایمان والوں سے کینہ رکھتے ہیں" ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا اللہ تعالی نے اس آیت

میں بتلایا ہے کہ کینہ کپٹ سعادت حقیقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ تب ہی تو اہل ایمان اس برائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اسی طرح اللہ پاک نے اہل جنت کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا "انکے قلب میں اگر کچھ کینہ کپٹ ہوگا تو ہم اسے نکال دینگے"۔ ان آیات سے اس خبیث عادت کی برائی اور اس کا سعادت کی راہ میں رکاوٹ ہونا خوب واضح ہے۔

(۵) غصہ

حق تعالیٰ نے اہل ایمان کے تذکرہ میں فرمایا ہے واذا ما غضبوا ھم یغفرون "جب انہیں غصہ آتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں" اس طرح اللہ تعالیٰ نے غصہ پر قابو رکھنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "طاقتور اسکو نہیں کہتے جو سامنے والے کو پچھاڑ دے بلکہ صحیح معنوں میں قوت والا اسکو کہا جاسکتا ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو" چنانچہ معلوم ہوا کہ غصہ کا مریض بھی سعادت حقیقی سے محروم رہتا ہے۔

(۶) ظلم

ظلم ہر اعتبار سے سبب محرومی ہے۔ اسکے ظاہری نتائج تو اسقدر واضح ہیں کہ بیان کی ضرورت نہیں اور معنوی و اخروی نتائج بھی بے انتہا خطرناک ہیں۔ ظلم کے خطرناک عواقب ونتائج کے سلسلہ میں اگرچہ تاریخی حقائق بہت ہیں صرف دو تازہ مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وہ عبرت کے لئے بہت کافی ہیں۔ ایک تو حمزہ البسیونی کی ہے دوسری "صلاح النصر" کی۔ یہ دونوں ہٹلر عرب جمال عبدالناصر کی فوج میں تھے۔ اور فوجی آقا کو خوش کرنے کے لئے انھوں نے علماء اسلام پر وہ مظالم ڈھائے ہیں کہ

جسکے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور روح کانپ اٹھتی ہے۔ اسکے علاوہ ان کے دو بدترین مظالم اور تھے۔ حمزہ اسقدر ملحد وبے دین تھا کہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتا کہ تمہارا خدا جس سے تم مدد مانگتے ہو کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ میں اسے (نعوذ باللہ) لوہے کی سلاخوں میں قید کردوں گا۔ اور صلاح النصر جو تھا وہ مسلمان عفیف اور شادی شدہ عورتوں سے تصوراتی نکاح کرلیتا اور انہیں اپنی خواہش کیلئے مجبور کرتا تھا۔ اللہ پاک نے اپنی سنت قدیم کے مطابق ان بدبختوں کے ظلم کا بدلہ کس طرح لیا ملاحظہ فرمائیے۔

حمزہ کی موت اسطرح آئی کہ وہ قاہرہ سے اسکندریہ اپنی کار میں جارہا تھا اس کی کار لوہے کے سلاخوں سے لدی ہوئی لاری سے اسطرح ٹکرائی کہ سلاخیں اسکے سر میں سے گھس کر پیٹ سے نکل گئیں۔ اور اسطرح پیوست ہوگئیں کہ ڈاکٹروں نے اسکے جسم کو کاٹ کاٹ کر ان سلاخوں سے علاحدہ کیا۔ اسطرح اللہ پاک نے اسکو لوہے کی سلاخوں سے ہلاک کیا جبکہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ پاک کو لوہے کی سلاخوں میں قید کردوں گا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور صلاح النصر دس سے زائد موذی بیماریوں میں مبتلاء ہوا۔ اور کئی برس تک طرح طرح کی تکالیف و مصائب قلق ورنج کی زندگی گذارتا رہا۔ یہاں تک کہ علاج سے عاجز آکر اسکے افسر نے اسے قید میں ڈالدیا وہیں مر کر گل سڑ گیا۔

(۷) غیر اللہ کا خوف

اللہ تعالیٰ کے غیر کا ڈر بھی ذلت و بدبختی تک پہونچا دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد فرمایا "ان لوگوں کو تو (مساجد میں) بے خوف ہوکر داخل نہیں ہونا چاہئے تھا" اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے "بات یہ ہے کہ

ان لوگوں کو شیطان اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ پس تم ان سے مت ڈرو بلکہ اگر ایمان والے ہو تو مجھ سے ڈرو" اور حضرت ابراہیم کا اپنی قوم سے خطاب نقل فرمایا گیا ہے "میں ان لوگوں سے نہیں ڈرتا جنہیں تم (اللہ کی ذات میں) شریک کرتے اور سمجھتے ہو"۔ مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کا خوف مانع سعادت ہے۔

(۸) بدشگونی

بدشگونی نے کتنے ہی لوگوں کی زندگیاں تلخ کردیں اور کتنے گھروں کا چین وسکون اڑادیا یہ نہایت تباہ کن بیماری ہے آدمی کے لئے۔ اسی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ نیک فالی کو پسند فرماتے تھے لیکن بدشگونی سے سخت ناراض تھے۔ اور اسے غیر اسلامی عقیدہ قرار دیتے تھے۔ ڈاکٹر عزیز فرید کہتے ہیں "بدشگونی اور بدفالی کا عادی طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں گرفتار رہتا ہے۔ ان میں سے ایک اہم مصیبت خواہ مخواہ کا غم اور بلاوجہ کی سوچ ہے۔ یہ چیز اسکے قوی اور اعصاب کو اس درجہ مضمحل اور کمزور کردیتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔

(۹) بدگمانی

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم "اے ایمان والو زیادہ گمان سے بچو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں۔" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے"۔

(۱۰) کبر

تکبر بھی حقیقی کامیابی یعنی چین سکون سے آدمی کو محروم رکھتا ہے۔ چنانچہ متکبر ہمیشہ ایک قسم کی گھٹن اور کڑھن میں مبتلا رہتا ہے گرچہ بظاہر وہ بڑائی جتاتا ہے۔ اکڑفوں

کرتا اور لوگوں کی حق تلفیاں کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ سب ظاہری ٹیپ ٹاپ ہوتی ہے قلبی طور پر اذیتوں کا شکار رہتا ہے۔ پھر ایسی شان کس کام کی؟

(۱۱) غیر اللہ کی محبت

مثلاً کسی سے عشق ہوگیا اور اس بلاء بے درماں کی برائی وشناعت ظاہر کرنے کے لئے یہ کافی ہوگا کہ آپ مجنوں لیلیٰ کے مشہور واقعہ پر غور کریں۔ اس شخص کی زندگی کیسی دردانگیز تھی اور اسی مرض میں مجنوں ہوگیا۔ عشق میں گھلتے گھلتے آخر کار مرگیا مگر گوہر مقصود کو نہ پاسکا۔ اس کے علاوہ ہر جگہ اسکی ہزاروں مثالیں مل جائیں گی اسکے باوجود ہم اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر غیر اللہ میں مشغول کرتے ہیں۔ سوچئے یہ کسقدر حرمان وخسران کی بات ہے۔

(۱۲) منشیات

بہت سے لوگوں کا وہم ہے کہ شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کے استعمال سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ افکار و ادبار سے بچنے کے لئے اس رذیلہ کے خوگر اور عادی بن جاتے ہیں اسطرح وہ اپنے آپ کو ہلاک و برباد کرلیتے ہیں۔ کیونکہ نشہ آور اشیاء کا استعمال سکون قلبی سعادت حقیقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اس کی عادت تو بدبختی محرومی اور ہلاکت کا سبب ہوتی ہے نہ کہ سکون وسعادت کی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس گندی عادت نے افراد واقوام کو کس طرح ہلاکت وبربادی تک پہنچادیا ہے۔ اور خود حالات حاضرہ بھی اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار۔

یہ چند موانع سکون قلب وسعادت آخرت کی راہ کے ذکر کردئے گئے ہیں۔ اب

قدرے تفصیل کیساتھ اسباب سعادت اور اسکی پہچان کے طریقوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے لوگ حقیقی کامیابی کے خواہش مند ہیں لیکن ان کے وسائل واسباب اختیار نہیں کرتے اور ان راہوں سے گھبراتے ہیں۔ جن پر چل کر سعادت اخروی و دنیوی حاصل ہو سکتی ہے ایسے لوگ اس شعر کے مصداق ہیں۔

ترجوالنجات ولم تسلك مسالكها
ان السفينة لاتجرى على اليبس

تو نجات کی امید کرتا ہے مگر اسکی راہوں کو اختیار نہیں کرتا ارے نادان کشتی خشکی پر نہیں چلا کرتی۔ آیئے دیکھیں کہ سعادت کے اسباب کیا ہیں۔ تاکہ ہم اسکی روشنی میں اپنے ماضی اور حال کا جائزہ لیں اور مستقبل کا پروگرام بنادیں۔ خدا کرے کہ ہم صحیح فکر سے کام لیں اور لغزش سے محفوظ رہیں۔ آمین۔

(۱) ایمان اور عمل صالح

اللہ تعالی کا ارشاد ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤ من فلنحیینه حیاۃ طیبه جو شخص بھی عمل صالح کرے خواہ مرد ہو یا عورت درانحالیکہ وہ با ایمان بھی ہو، اللہ تعالی انہیں دنیا ہی میں ضرور ضرور پاکیزہ زندگی عطا فرمائیگا۔

یہ پاکیزہ زندگی کیا ہے؟ وہی سعادت مند زندگی، اور ظاہر ہیکہ ہم میں سے ہر ایک شخص حیاۃ طیبہ کا خواہش مند اور امیدوار ہے اسلئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اعمال صالحہ کا التزام واہتمام، واجبات ایمان کی تکمیل کے ساتھ ہر حال میں کرتے رہیں۔ کیونکہ کوئی حالت مسلمان کیلئے انجام کے اعتبار سے بری نہیں ہے چنانچہ صہیب بن سنان سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کا معاملہ بھی حیرت انگیز ہے اس کیلئے ہر حال میں بھلائی ہے اور یہ خصوصیت کسی اور (قوم) کو حاصل نہیں

کیونکہ جب اسکو موافق مزاج حالت پیش آتی ہے تو شکر کرتا ہے اور شکر اس کے لئے بہتر ہے اور اگر خلاف مزاج حالت سامنے آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور صبر اس کیلئے بہتر ہے (رواہ مسلم) بھلا اسمیں شک کی کہاں گنجائش ہے؟ اور ظاہر ہیکہ یہ حالت کسی غیر مومن کو کبھی میسر نہیں آسکتی اسلئے ایمان سعادت و خوش نصیبی کا اعظم سبب ہے۔ اسی طرح عمل صالح راحت ولذت کا ذریعہ ہوتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہیکہ حضور صلی علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے یوں فرمایا ارحنا باالصلوۃ (رواہ احمد) نماز کے ذریعہ ہمیں راحت پہونچاؤ۔ نیز یوں ارشاد فرمایا جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (رواہ نسائی)۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے جن کے مقام ایمان ویقین کا صحیح اندازہ بھی نہیں کرسکتے انکے ادنی غلاموں کو بھی اس طرح کی کچھ نہ کچھ کیفیات وحلاوت ایمانی نصیب رہتی ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حالات میں آتا ہے کہ جب انہیں دشمنوں نے سخت قسم کی ایذائیں دیں تکلیفیں پہنچائیں اور جیل خانے میں بند کر دیا گیا باالآخر قلع دمشق میں محصور رکھے گئے تو ان دنوں ان پر بجائے رنج وغم کے عجیب اطمینان وسکون طاری رہتا تھا، کبھی کبھی جوش میں آکر یوں فرماتے تھے دشمن میرا کیا بگاڑلیں گے، میں اپنی جنت اور اس کی بہاریں اپنے سینے میں لیکر پھرتا ہوں میں سفر میں جاتا ہوں تو بھی وہ میرے ساتھ رہتے ہیں جدا نہیں ہوتے۔ میری قید خلوت کا سکون ہے میرا قتل شہادت ہے اور شہر بدری ملکوں کی سیاحت ہے اسی مضمون کو حضرت خواجہ صاحبؒ اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کئے ہیں؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
میرے باغ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

(۲) تسلیم و رضا

جو کچھ عالم میں خیر و شر وجود میں آتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بس یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ہمیں جو صورتحال پیش آئی ہے وہ اٹل تھی اور جو نہیں پیش آئی وہ آنے والے ہی نہ تھی اور اسطرح کا یقین رکھنا اور عقیدہ کو تسلیم کرنا خوش بخت اور کامیاب لوگوں کی علامات میں سے ہے کیونکہ سعادت حقیقی کا حصول بلا ایمان ممکن نہیں ہے اور ایمان بغیر تقدیر کو تسلیم کئے مسلم نہیں ہے چنانچہ اس دنیا میں انسان کو مصائب اور پریشانیوں کا ہونا ایک امر بدیہی و یقینی ہی ہے تو اگر اسکی تقدیر کے فیصلوں پر ایمان و یقین نہ ہو گا تو ایسے مواقع پر ہلاک ہو جائیگا میں ایک مثال تعلق مع اللہ اعتماد علی اللہ کی پیش کرتا ہوں حضرت عمر بن زبیرؓ کے پیر میں پھوڑا ہو گیا تھا معالج نے پیر کاٹ دینا تجویز کیا اس کے لئے اس زمانے کے طریقے کے مطابق ان کے سامنے بات لائی گئی کہ پیر کاٹنے کی تکلیف بہت شدید ہوتی ہیں خصوصاً اسکے بعد خون روکنے کیلئے گرم تیل میں پیر کو ڈبونے کی تکالیف ناقابل تحمل ہوتی ہے اسلئے بہتر ہیکہ آپ تھوڑا سا نشہ استعمال کرلیں، آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا ایسے موقع پر میرے دل کو اللہ کے ذکر سے غافل کرنا چاہتے ہو، لوگوں نے کہا پھر آپ ہی بتادیں کہ ہم آپکو شدت تکالیف سے بچانے کی کیا ترکیب کریں آپ نے فرمایا جب میں نماز شروع کردوں پھر تمہارا جو جی چاہے کرلو کیونکہ اسوقت میرا دل اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے ساتھ مشغول ہو جائے گا پھر مجھے کچھ احساس نہ ہو گا۔ چنانچہ جب آپ نے تکبیر تحریمہ باندھ لی معالج نے آپکا پیر گھٹنے کے اوپر سے کاٹ دیا آپ نے حرکت تک نہ کی البتہ جب آپ کا کٹا ہوا پیر کھولتے ہوئے تیل میں ڈبویا گیا تو بے ہوش ہو کر گر گئے شام تک

بے ہوش رہے اس اثناء میں ان کے ایک صاحب زادہ کا اچانک انتقال ہو گیا شام کو جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو آپکے مرض سے صحت عطا فرمائے اور آپکے بچے کا نعم البدل عطا فرمائے، جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو دیکھئے اللہ کا یہ بندہ مومن کیا کہتا ہے؟ فرمانے لگے "اللہ کا شکر ہے اے اللہ آپ نے مجھے بیماری میں ڈالا پھر اس سے نجات عطا فرمائی۔ آپ نے ہی میرے بیٹے کو لے لیا، لیکن اور بے شمار نعمتیں دی ہوئی بھی ہیں۔ "یعنی اگر ایک نعمت سے محرومی لائق حزن ہے تو ہزاروں بلکہ بے حساب عطائیں تیری واجب الشکر بھی تو ہیں۔" سبحان اللہ کیسا ایمان تھا ان حضرات کا اور کس قدر رضامندی تقدیر کے ساتھ نصیب تھی۔

(۳) علم دین

علم دین بھی اسباب سعادت میں سے ہے چنانچہ جو علماء ہیں اور انہوں نے علم کی روشنی میں خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلی وہ بہت مزے میں ہیں۔ یہاں موقع کی مناسبت سے ایک بزرگ عالم دین کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ بات سمجھنے میں سہولت ہو یہ واقعہ ہے ابوالحسن الزاہد کا۔ مصر کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ گذرا ہے احمد بن طولون، بڑا ظالم و جابر شہنشاہ تھا حتیٰ کہ اس نے اٹھارہ ہزار مسلمانوں کو بھوک و پیاس سے مجبور کر کے مار ڈالا تھا جب اسکا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو ابوالحسن الزاہد اسکے پاس نصیحت کرنے اور اسے ظلم سے باز رہنے کی ترغیب دینے کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ نے اسکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور سمجھانے کی کوشش کی تو وہ غضبناک ہو گیا اس نے ان کیلئے اس کی پاداش میں یہ سزا تجویز کی کہ ایک شیر کو بھوکا رکھا جائے پھر ان پر چھوڑ دیا جائے۔ آپ غور کریں یہ کتنا خطرناک فیصلہ تھا اور ابوالحسن کیلئے کس قدر خوف وہیبت کا مقام تھا لیکن وہ ذرا متاثر نہ ہوئے، کیوں؟

صرف اس وجہ سے کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین اور اسکے فیصلوں پر اعتماد تھا۔ وہ بہت مطمئن رہے۔ چنانچہ ان کو ایک جگہ لے جایا گیا اور کئی دن سے بھوکے رکھے گئے ایک شیر کو ان کے سامنے چھوڑ دیا گیا۔ وہ شیر اطمینان سے ٹہلنے لگا۔ آگے جاتا پیچھے آتا لیکن انہیں کچھ نہ کرتا۔ ادھر وہ بڑے اطمینان سے ایک طرف کو بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔ لوگ اس تماشے کو دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ شیر اسی طرح ٹہلتا رہا پھر ان کے قریب آیا انہیں سونگا اور وہاں سے اپنے پاؤں چلا گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ کوئی نعرہ تکبیر بلند کر رہا تھا اور کوئی لاالہ الااللہ اور سبحان اللہ کی آوازیں لگا رہا تھا۔ جب شیر نے ان کو چھونے سے تک عملاً انکار کر دیا تو ابن طولوں کو اطلاع کی گئی اسنے حضرت ابوالحسن کو طلب کیا۔ اور ان سے پوچھا کہ جب شیر آپکے اطراف گھوم رہا تھا تو آپ کس سوچ میں غرق تھے؟ کیونکہ آپ کو دیکھا گیا کہ آپ نے شیر کی طرف پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ فرمانے لگے میں یہ سوچ رہا تھا کہ شیر کا لعاب دہن پاک ہے یا ناپاک؟ اگر وہ مجھے چھوئے اور اسکا لعاب لگ جائے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ بادشاہ نے پوچھا...... اچھا آپ اس فکر میں تھے؟ آپ کو شیر کے پھاڑنے کا خوف نہ تھا؟ فرمایا... ہرگز نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میرے لئے بالکل کافی ہے۔!

یہ ہے میرے دوستو حقیقی کامیابی اور اصلی کامرانی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی خبیبؓ بن عدی کا بھی منقول ہیکہ جب انہیں مشرکین نے قید کر لیا تھا اور طے کر لیا تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے تو ان سے دریافت کیا کہ آپکی کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے کہا اگر مجھے مہلت دی جائے تو میں دو رکعت پڑھ لوں یہی حاجت ہے۔ چنانچہ انہیں مہلت دی گئی انہونے بڑے

اطمینان سے دو رکعت نماز پڑھی سلام پھیر کر فرمانے لگے اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ مجھے موت کی گھبراہٹ کا الزام لگاؤ گے تو میں اپنی نماز اور لمبی کرتا پھر جب ان لوگوں نے ان کو سولی پر چڑھایا تو ان سے پوچھا یہ بتاؤ؟ تمہیں پسند ہیکہ تمہیں چھوڑ کر گھر بھیج دیا جائے اور تمہارے بدلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں تختہ دار پر لٹکا دیا جائے انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میرے نبیؐ کو ان کے گھر میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اور اس کے عوض میں بچ جاؤں۔ اللہ اکبر! اندازہ کیجئے اس قوت یقین اور صلابت ایمان کا یہ ہے اصل سعادت اور کامیابی!۔

(۴) تلاوت قرآن و ذکر اللہ کی کثرت

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب بلاشبہ اللہ کے ذکر میں دلوں کا اطمینان ہے۔

معلوم ہوا کہ وہی شخص کامیاب اور بامراد ہے اور اسی کی زندگی راحت و آرام سے گذر سکتی ہے جو ہر وقت اللہ کی یاد اور ذکر میں محو و مگن رہے۔ برخلاف اس کے وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو بھول کر اور اس کے ذکر سے غافل ہوکر زندگی گذارتا ہے وہ اداسی اور مایوسی بے چینی و بے اطمینانی کا شکار رہتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین جو شخص رحمان کی یاد سے غافل ہوجائے تو ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوئے انکے لئے بڑی خرابی ہے اور یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۵) شرح صدر

ایک سبب سعادت کا انشراح قلب ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا، کا

ذکر کیا ہے رب اشرح لی صدری اے اللہ میرا سینہ کھول دیجئے ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے بطور احسان کے بیان فرمایا ہے الم نشرح لك صدرك اے نبیؐ کیا ہم نے آپکے لئے آپ کے سینے کو نہیں کھولدیا اور ایک جگہ اہل سعادت کے ساتھ اپنے عام قانون کا اعلان فرمایا ہے فمن یرد اللہ ان یھدیه یشرح صدرہ للاسلام اللہ تعالیٰ جس کیلئے ہدایت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکے سینے کو کھول دیتا ہے شرح صدر کا مطلب یہ ہیکہ حق کا یقین اور اطمنان حاصل ہوجائے اور آخرت کی رغبت بہ نسبت دنیا کے زیادہ اور اہم ہوجائے۔

(۶) لوگوں سے حسن سلوک

یہ تو اتنی بدیہی بات ہے کہ محتاج دلیل و تفصیل نہیں۔ ہم شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو آدمی لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا معاملہ کرتا ہے وہ اچھی زندگی گذارتا ہے اور لوگوں کے قلب اس سے محبت اور تعلق کا معاملہ کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس عمل سے زندگی میں خوشگواری و لطف پیدا ہوتا ہے اور خطرات و اندیشوں سے حفاظت رہتی ہے۔

(۷) دنیوی امور میں اپنے سے کمزور کو دیکھنا

خوشحالی اور راحت و آرام کا ایک گر یہ ہیکہ آدمی دنیوی امور میں ان لوگوں پر نظر رکھے جو اس سے کمزور اور کم درجہ کے ہیں برخلاف امور آخرت اور اعمال دین کے کہ اسمیں اپنے سے آگے اور بڑے لوگوں کو دیکھا کرے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی عادت ڈالنے کا حکم دیا ہے اس کا فائدہ ظاہر ہے کیونکہ آدمی جب دنیوی معاملات میں غریبوں اور کمزوروں کو دیکھے گا تو اسے اپنی حالت کا اچھا ہونا معلوم

ہوگا اور شکر کی توفیق ملیگی اس طرح قلب مطمئن اور مسرور بھی رہیگا۔ اور دنیوی معاملات میں جب اپنے سے افضل اور بڑے لوگوں پر نظر رکھے گا تو اپنی کمزوری کا احساس ہوگا اور انکے مدارج کو حاصل کرنے کی ہمت اور رغبت پیدا ہوگی۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میرا گھر دولتمندوں کی بستی میں تھا۔ مجھے ہر وقت احساس کمتری کا شاذ رہتا تھا۔ اتفاقاً مجھے گھر تبدیل کرنا پڑا تو غرباء کے محلہ میں رہنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ میرا دل ہر وقت مسرور و مطمئن رہنے لگا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنے سے زیادہ حیثیت والے لوگوں کو دیکھ کر خوامخواہ کی ایک گھٹن میں مبتلا ہوجاتا ہے، اور سکون حیات سے محروم ہوجاتا ہے۔

(۸) طول امل سے احتیاط اور موت کی تیاری۔

شیخ عبدالرحمن سوری کہتے ہیں کہ زندگی ایک مختصر وقفہ ہے پس تم افکار و غموم کے ذریعہ اسے اور کم مت کرو، در حقیقت آدمی لمبے لمبے پروگرام اور آس و امید میں اپنی زندگی۔ مال صحت سب کچھ قربان کردیتا ہے۔ اور کچھ نہیں پاتا۔ چند صالحین کسی جگہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، ایک صاحب نے دوسرے صاحب سے پوچھا کہ آپ کو زندگی سے کتنی توقع ہے انہوں نے کہا مجھے زندگی سے اتنی امید بھی نہیں ہے کہ جب میں لقمہ کھانے کیلئے اٹھالیتا ہوں تو یقین کروں کہ اسے کھا بھی سکونگا یا نہیں، یہی سوال ایک دوسرے صاحب سے کیا گیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا تیسرے سے پوچھا گیا انہوں نے فرمایا جب میں سانس لیتا ہوں تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ وہ سانس باہر آسکے گی یا نہیں۔ بہرحال زندگی ناقابل اعتبار چیز ہے اسلئے طول امل (لمبی آرزو) سے احتیاط ہی کامیابی کی کنجی ہے۔

(۹) یہ یقین کہ مومن کی سعادت حقیقی آخرت میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کے حق میں جنت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مصر میں قاضی القضاۃ تھے ایک دن بڑے خوش تھے، تفریح کیلئے باہر نکلے اور مست و خراماں چلے جارہے تھے اتنے میں ایک بدحال یہودی نے ان کو روک لیا اور پوچھنے لگا ابن حجر اپنے رسول کی اس حدیث کی کیسے تاویل کروگے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ درانحالیکہ تم مست خوش ہو مومن ہوکر بھی اور میں کافر ہوں مگر بدحال و پریشان ہوں۔ ابن حجرؒ نے بڑے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر تو کفر پر مرگیا تو جو عذاب الیم تیرے لئے تیار ہے اس سے مقابلہ کرتے ہوئے تیری اس حالت کو جنت ہی سے تعبیر کیا جائیگا اور اگر میں انشاء اللہ ایمان پر مرگیا تو جو نعمتیں وہاں ملنے والی ہیں۔ اسکے بالمقابل میری اس حالت کو جہنم ہی کہا جاسکتا ہے۔ جب ان کا یہ اطمینان آمیز اور ایمان افروز جواب یہودی نے سنا تو کہنے لگا کیا ایسا ہی ہوگا؟ فرمایا ہاں! اس نے کہا اشھدان لاالٰہ الااللہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ۔ دیکھئے! کس طرح اہل اللہ کے اعتقادات کی درستی اور اخروی کامیابی پر اعتماد نے ان لوگوں کو اس دنیا میں بھی سب سے زیادہ باعیش و با اطمینان کردیا تھا۔

(۱۰) اہل اللہ کی صحبت اور صالحین کی دوستی۔

یہ تو ایک ایسا متفق علیہ امر ہیکہ کوئی بھی شخص مصاحبت کے اثر کا انکار نہیں کرسکتا صحبت کا زندگی میں مؤثر ہونا باعتبار امر واقعی اور باعتبار تاریخ شاہد ثابت ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم نے اچھے ہمنشین کو عطار سے اور برے ہمنشین کو لوہار سے تعبیر کرتے ہوئے

صحبت کی تاثیر پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اچھی صحبت کے اچھے اثرات ثابت کئے ہیں۔

(۱۱) اچھی گفتگو اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا

ولاتستوی الحسنۃ ولاالسیئہ ادفع باالتی ھی احسن نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ اے نبی آپ برائی کو نیک برتاؤ سے ٹال دیجئے اور ایک جگہ ارشاد ہے واذامروابالغومرواکراما رحمان کے خاص بندے جب کسی برائی سے گذرتے ہیں تو شرافت سے گذر جاتے ہیں۔ آدمی کی اکثر بے چینی و بے قراری جذبہ انتقام کے اشتعال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ نتیجۃً زندگی تلخ و تاریک ہوجاتی ہے۔ اگر اس آگ کو عفو و در گذر بلکہ حسن معاملہ کے ذریعہ بجھالے تو خوش نصیبی کی بات ہے۔

(۱۲) لوگوں کی ایذاء رسانی کو اپنی آخرت کے حق میں بہتر سمجھنا۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں لوگ مجھ پر ظلم کرتے ہیں میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ مروی ہیکہ علامہ ابن تیمیہؒ کو لوگوں نے بہت ستایا اور تکلیفیں پہونچائی یہاں تک کہ ان کو قید کروادیا تھا۔ جب وہ رہا ہوکر جیل خانے سے باہر آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کیا آپ اپنے اعداء سے انتقام لینا پسند کرینگے؟ فرمایا میں نے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے معاف کردیا ہے، کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ لوگوں کی ایذا رسانی بھی اپنے حق میں عنداللہ بہتری ہوگی۔

ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہیکہ انھیں معلوم ہوا کہ ایک صاحب نے ان کی غیبت کی ہے۔ انھوں نے فوراً ایک قیمتی عمدہ تحفہ منگوایا اور اسے لے کر ان کے ہاں پہنچے اور انھیں پیش کیا۔ اس نے معلوم کیا کہ اس تحفہ کا سبب کیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی تم پر احسان کرے تو تم اسکا بدلہ

دو مجھے معلوم ہوا ہیکہ آپ نے میری برائی کی ہے اپنی نیکیاں مجھکو عطا فرمادی ہیں اس کا بدلہ دینے کیلئے میرے پاس بجز دنیوی نعمت کے اور کچھ نہیں تھا۔ تو میں نے یہ آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔ سبحان اللہ!

(۱۳) دعاء والتجا

سب سے اہم سبب سعادت و کامیابی کا دعا و التجا ہے۔ اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ دست بدعا رہتے اور اللہ ہی سے چین و سکون، عافیت و سلامتی کا سوال فرماتے رہتے، چنانچہ احادیث میں ہزاروں دعائیں ملتی ہیں۔ مثلاً

اللهم اصلح لی دینی الذی هو عصمة امری واصلح لی دنیای التی فیها معاشی واصلح لی آخرتی التی الیها معادی. واجعل الحیاة زیادة لی فی کل خیر. واجعل الموت راحة لی من کل شرّ۔

ترجمہ: اے اللہ میرے دین کو درست فرمادے کیونکہ وہی میرا اصل معاملہ ہے اور میری دنیا کو درست فرمادے کیونکہ وہ میری معیشت کا ذریعہ ہے اور میری آخرت کو بھی درست فرمادے کیونکہ وہ میرا انجام اور ٹھکانہ ہے اور اے اللہ! میری زندگی کو خیر میں اضافہ کا سبب بنادے اور موت کو شرور سے حفاظت کا ذریعہ...... آمین۔